شفیق الرحمن کے افسانوں کے نمائندہ کردار

Representative Characters of Shafiq ur Rehman's Short Stories

Dr. Riaz Hussain
Assistant Professor, Urdu, Institute of Southern Punjab, Multan

ABSTRACT

Shafiq ur Rehman is one of the renowned humourists in Urdu literature. He also gained much popularity as a short story writer. He himself was the hero of his short stories. Even the supporting characters are the real ones. They are talkative, naughty, emotional and full of life. Shafiq ur Rehman creates humour, gaiety and world of activities through these characters in his short stories. In this article, his representative characters Shaitan, Maqsood Ghora, Razia, Tammana, Hakoomat Aapa, Budi, Judge Sahib, Mein, Nannha and Nannhi have been discussed.

Keywords: شفیق الرحمن، افسانے، مزاح، شیطان، مقصود گورا، رضیہ، تمنا، حکومت آپا،

ناول ہو یا افسانہ اس میں کردار نگاری کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ شفیق الرحمن نے بھی بہت سے کرداری افسانے لکھے ہیں۔ ان افسانوں میں انھوں نے زندگی کے جذباتی اور روحانی پہلوؤں کو جس خوبی سے بیان کیا ہے وہ انھی کا حصہ ہے۔ وہ اپنی کہانیوں کے خود ہی ہیرو تھے۔ ان کہانیوں کے کردار ان کے اپنے دوست تھے جو زندگی سے بھرپور، چلبلے، شرارتی، ہر دم کسی نئی جذباتی مہم کے لیے تیار اور ناکامی پر بھی کھلکھلاتے افراد، جن سے انھوں نے اپنے حقیقت سے قریب تر افسانوں میں رونق اور گہما گہمی کا سماں پیدا کیا ہے۔ شفیق الرحمن نے اپنی کہانیوں میں یوں تو بہت سے کرداروں کو متعارف کروایا ہے، لیکن چند کردار ایسے ہیں جنھیں ان کے افسانوں کے نمائندہ کردار قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان میں شیطان، مقصود گھوڑا، رضیہ، تمنا، حکومت آپا، جج صاحب، میں، ننھا اور ننھی کے کردار زیادہ اہم ہیں۔

شیطان شفیق الرحمن کے افسانوں کا سب سے نمایاں کردار ہے۔ اس کا نام روفی ہے، لیکن اس کی عادات و خصائل اور مخصوص شیطانی حرکات کے باعث اُسے شیطان کا نام دیا گیا۔ یہ شفیق الرحمن کے اُن کرداروں میں سے ہے جو حقیقی ہیں۔ اس کا اصل نام ڈاکٹر سیف الدین ہے۔ وہ امریکہ کی ریاست ٹیکساس میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہے۔ اس کردار کی حماقتوں اور اَن گنت معاشقوں کی داستان بے حد طویل ہے۔ اس کردار کی زبانی شفیق الرحمن نے مزاح نگاری کے بیشتر حربوں کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر رمز کا استعمال اس کردار کی زبانی بہت زیادہ ہوا ہے۔ "شگوفے" کا آخری افسانہ "شیطان" اسی کردار کو اُجاگر کرتا ہے۔ اُس

افسانے کے آغاز میں شیطان کا حلیہ بیان کیا گیا ہے جو افسانہ بیان کرنے والے نے خواب میں دیکھا تھا۔ روفی بعینہٖ اس کی تصویر ہے۔ حلیہ دیکھیے:

"چھوٹے چھوٹے نوک دار کان، ذرا ذرا سے سینگ، دُبلا پتلا، بانس جیسا قد، ایک لمبی دُم
جس کی نوک تیر کی طرح تیز تھی۔ دُم کا سرا شیطان کے ہاتھ میں تھا، میں ڈرتا رہا کہ
کہیں یہ چبھو نہ دے۔ نرالی بات یہ تھی کہ شیطان نے عینک لگا رکھی تھی۔"[۱]

شیطان رضیہ سے محبت کا دعوے دار ہے۔ تقریباً سبھی افسانوں میں اس نے رضیہ سے محبت کا دعویٰ کیا ہے۔ ادھر رضیہ ہے کہ اسے گھاس نہیں ڈالتی۔ شفیق الرحمن کے ان کرداروں کی عادتوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اودھ پنچ کی فائلوں اور رتن ناتھ سرشار کو بار بار پڑھا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا شیطان ہمیشہ خوجی کی طرح ہر لڑکی پر عاشق ہو جاتا ہے۔ نیز یہ ہمیشہ خوجی ہی کی طرح حرکتیں اور باتیں کرنے کو تیار ملتا ہے۔ شفیق الرحمن کے کرداروں میں تنوع کا فقدان ہے اور یہ سب آپس میں بڑی مماثلت رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے کردار ماحول اور سماج سے لگا نہیں کھاتے، لیکن انھوں نے کرداروں کے بے جان پیکر میں منفرد اندازِ بیاں اور بے ساختہ جملوں سے زندگی پیدا کر دی ہے۔ شیطان ہمارے اندر رہتا ہے۔ اس کی خارج میں کوئی ٹھوس شکل دکھائی نہیں دیتی۔ ہماری اچھائیاں اور برائیاں ہمارے ہی وجود کا حصہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کچھ چیزیں جو ایک انسان پر خارج سے وارد ہوتی ہیں۔ اس میں شیطانیت کا شائبہ موجود ہوتا ہے۔ وہ بھی کسی شیطان نما انسان ہی کی عطا کردہ ہوتی ہیں۔ یوں انسان کی کوئی بھی صورت ہو تو ہمیں بطور انسان اس صورت کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

ہر انسان کے اندر ایک بچہ ہوتا ہے جو اسے ہنستا رہتا ہے اور اس کی معصومیت کو برقرار رکھتا ہے۔ اگر یہ بچہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جائے تو انسان کی شخصیت میچور اور پختہ بن جاتی ہے۔ جس سے چہرے پر اُبھرنے والی مسکراہٹ سنجیدگی کی لکیروں میں چھپ جاتی ہے اور اگر یہ بچہ چالاک اور شریر ہوتا چلا جائے تو انسان کی شخصیت میں شوخی اور شرارت کے رویے پختہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور اگر رویے شوخی اور شرارت سے بڑھ کر خرانٹ اور کایاں ہو جائیں تو وہ ابلیس کے قریب ہو جاتے ہیں۔ جس کو شر کا سرچشمہ کہا جاتا ہے۔ شیطان کو تخلیقی موضوع بنانے کی یہ پہلی مثال نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی ہمیں اس طرح کی مثالیں ادب پاروں میں مل جاتی ہیں۔ اقبال نے باقاعدہ ابلیس کی مجلس شوریٰ بنا ڈالی اور پھر انھوں نے شیطان کو ہمدردی سے دیکھا ہے۔ نیز حیات و کائنات کے ارتقائی سفر میں اسے ایک ناگزیر قوت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ شفیق الرحمن نے شیطان کے کردار کو کسی فلسفیانہ زاویے سے نہیں دیکھا اور نہ اس کی جڑ مذہب سے پھوٹتی ہے بلکہ انھوں نے شیطان نما انسان کی بات کی ہے۔ اقبال کے ساتھ شفیق الرحمن کی فکری مماثلت نہیں ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ دونوں کے ہاں مختلف حوالوں میں یہی شیطان موضوع ہے۔ ان دونوں کے ہاں شیطان سے نفرت کا پیرایہ موجود نہیں۔ جہاں تک شفیق الرحمن کے کردار کا تعلق ہے تو یہ حقیقی شیطان نہیں بلکہ ایک ایسا انسان ہے جس میں شرارت و شوخی اور چلبلا پن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جب وہ شرارت کرتا ہے تو اس کی شرارت اُس سے نفرت پیدا کرنے کا باعث نہیں بنتی بلکہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔

یوں تو شفیق الرحمن کے ہاں کچھ اور کردار بھی ملتے ہیں جیسے بڈی، امجد، مقصود گھوڑا اور 'میں' کے حوالے سے وہ خود لیکن شیطان کی بات نرالی ہے۔ یہ کردار انھیں اس قدر مرعوب ہے کہ مختلف کتابوں کے متعدد مضامین میں اس کردار نے گل کھلائے ہیں۔ان مضامین میں ترپ چال، شیطان اور کوہ ہمالیہ، شیطان کی خالہ (پرواز)، تعویذ، ننانوے ناٹ آؤٹ، بلڈ پریشر، تمنا (حماقتیں)، دھند (دجلہ)، 'ساڑھے چھ' اور 'شیطان' (شگوفے) شامل ہیں۔

شفیق کے تمام مزاحیہ کردار ہی لائق توجہ ہیں۔اُردو کے مزاحیہ ادب میں ان کرداروں کی حقیقت مسلم ہے، لیکن ان تمام کرداروں کو فعال بنانے میں شیطان کا بڑا ہاتھ ہے۔ یوں شیطان کا کردار مرکزی نوعیت کا محسوس ہوتا ہے۔ شفیق نے اس کردار کے ذریعے خالص مزاح پیدا کیا ہے اور بنیادی طور پر تفریح کو مدِ نظر رکھا ہے، لیکن شیطان کا کردار مرکزی نوعیت کا محسوس ہوتا ہے۔ شفیق نے اس کردار کے ذریعے خالص مزاح پیدا کیا ہے اور بنیادی طور پر تفریح کو مدِ نظر رکھا ہے، لیکن شیطان کا کردار اس لحاظ سے بامقصد بن جاتا ہے کہ اس حوالے سے ہمارے بطون میں چھپے ہوئے شیطان کا کتھارسس ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"ان کے مزاح کی عام سطح بھی بلند نہیں اور مجموعی طور پر اس میں کھلنڈرا پن نظر آتا ہے۔ بعض موقعوں پر انھوں نے کرداروں (مثلاً بڈی اور شیطان) سے بھی مزاح کی تخلیق میں مدد لی ہے، لیکن وہ کردار کی ناہمواریاں دکھانے کے بجائے محض اس کی شرارتوں پر اکتفا کر بیٹھے ہیں۔"[۲]

سید احتشام حسین نے بالکل درست کہا ہے:

"شفیق محض مزاح نگار ہی نہیں وہ زندگی کی پرسوزی سے اتنے ہی قریب ہیں جتنے اس کے طربیہ پہلو کے۔ فرق یہ ہے کہ زندگی کے جاں گداز غم نے ان کے بلند تخلیقی جذبات کو مضمحل نہیں کیا بلکہ ان کی روحانی کہانیوں کو مزاح کی سنہری لہر نے عظیم بنا دیا ہے۔"[۳]

اس رائے میں ہم اتنا اضافہ کرنا چاہیں گے کہ مزاح کی مذکورہ سنہری لہر کی روح رواں یہی شیطان ہے۔اس کردار کے ذریعے مزاح تخلیق کرنے کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس میں دیگر فنی حربوں کو استعمال میں نہ لایا جائے۔ چنانچہ مصنف نے مختلف واقعات کی مدد سے بھی مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ان واقعات میں مرکزی نقطہ شیطان ہی ہے۔ اس کردار کے ذریعے ہم زندگی کی حقیقتوں کا عکس دیکھتے ہیں۔مثال کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"چار بجے شیطان چائے پینے آئے۔جب ہم پی کر باہر نکلے تو دفعتہ انھیں محسوس ہوا کہ چائے ٹھنڈی تھی چناں چہ ہم ان کے ہوسٹل گئے وہاں کھولتی ہوئی چائے پی گئی، لیکن وہ مطمئن نہ ہوئے۔ منہ بنا کر بولے کہ یہ چائے بھی نامکمل رہی، کیوں کہ اس کے ساتھ لوازمات نہیں تھے۔ طے ہوا کہ کسی کیفے میں جا کر باقاعدہ چائے پی جائے۔"[۴]

شیطان کی ایک عادت فوراً عاشق ہو جانا تھی۔ جہاں لڑکی دیکھتے عشق کرنے کی ٹھان لیتے۔ایک ہی وقت میں مختلف لڑکیوں سے عشق کرتے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک لڑکی پر کئی بار عاشق ہو جاتے۔اوّل تو ایک عام شخص کے لیے ایک عشق نبھانا مشکل ہے مگر شیطان اتنی ساری محبوباؤں کو ایک ہی وقت میں خوش رکھتے جو ان کی اضافی صفت ہے۔ شیطان بلا تکلف اپنے دل میں آنے والے خیالات کا اظہار شوخ رنگ میں کرتا ہے۔

"ہمارے کلب کے کپتان گیدی صاحب تھے۔ان کا اصلی نام زیدی، مہدی یا کچھ اسی قسم کا تھا۔ان کا قد بہت چھوٹا تھا اور بقول شیطان کے وہ سطح سمندر سے فقط ساڑھے چار فٹ بلند تھے۔ان کے ساتھ ہر وقت ان کے دو مشیر ہوتے جو اتفاق سے کافی دراز قد تھے۔ گیدی صاحب ان کے درمیان میں چلتے۔ شیطان نے ان تینوں کا نام ایک سو ایک-۱۰۱- رکھا ہوا تھا ان کے قدموں کے مطابق۔"[۵]

شفیق الرحمن نے کسی ایک مقام پر شیطان کا مکمل تعارف نہیں کروایا اور نہ ہر جگہ اس کا ایک سا حلیہ دکھایا ہے بلکہ ہر مضمون میں اسے ایک نئے حلیے میں دکھایا ہے۔اس کردار کے ذریعے انھوں نے زندگی کی ناہمواریوں کی طرف بھی نشاندہی کی ہے۔ان کے ہاں ہمیں طنز کی کاٹ نہیں ملتی بلکہ مزاح کی نرمی کا احساس ہوتا ہے۔ شیطان ایک ایسا نوجوان کردار ہے جو معاشرے کے لاأبالی کھلنڈرے نوجوان طبقے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو تخیل کی دنیا میں مست رہتے ہیں۔ان کے خیالات کی اپنی دنیا ہے۔ جس میں سنجیدگی نام کو نہیں اور فطرت سنجیدگی سے محروم ہے۔ وہ زندگی کی تلخیوں کا احساس تو رکھتے ہیں مگر ان کی سنجیدگی پر غور نہیں کرتے بلکہ ہنس کھیل کر اس مرحلے سے گزر جاتے ہیں۔ شیطان کا کردار ایک ڈرپوک نوجوان کا کردار ہے جس کے پاس جسمانی طور پر طاقت نہیں ہے مگر وہ اپنے ذہن کو کام میں لا کر ہر کڑے وقت سے بچ نکلتا ہے۔ گویا یہ کردار معاشرے کی ناہمواریوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ان کے سدِ باب کے لیے چپکے سے راہ بھی بتاتا ہے۔ شیطان مزاحیہ صورتِ حال پیدا کر کے معاملات کو سنجیدہ ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔ بحیثیت مجموعی شیطان کا کردار شفیق الرحمن کی افسانہ نگاری میں اہم کردار ہے۔

ڈاکٹر ریحانہ پروین رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر شفیق الرحمن کی کردار نگاری کی ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ نے اُردو ادب کو خوبی کے انداز کا ایک جیتا جاگتا بھرپور کردار 'شیطان' دیا ہے جو اُردو کے مزاحیہ ادب کی آبرو ہے۔ جب جب آپ حضرات ایسے افسانوں کو پڑھیں گے جن میں 'شیطان' کا کردار موجود ہے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جائیں گے۔"[۶]

شیطان کا کردار ایسا کردار ہے جو شرارتیں بھی کرتا ہے، محبت بھی کرتا ہے اور لطائف کے ذریعے اپنے پڑھنے والوں کو ایک نئی دنیا میں لے جاتا ہے۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیطان صنف مخالف کے لیے بڑی کشش کا باعث ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کسی لڑکی پر عاشق ہو جاتے ہیں اور پھر اسی تیزی سے اس سے دور بھی ہو جاتے ہیں اور ہر عشق کے متعلق حلفیہ کہتے ہیں کہ یہ میرا پہلا اور آخری

عشق ہے۔ کچھ دنوں بعد شیطان اپنے ایک اور عشق کی داستان سنا رہے تھے اور کہا کہ ناکامی کی صورت میں اپنے آپ کو دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کی دھمکی دے رہے تھے۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" میں نے اخبار کو بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے مدت سے ایسی لڑکی کی تلاش تھی جو تعلیم یافتہ ہو، سلیقہ شعار ہو اور خوبصورت ہو۔"

"تو یہ کیوں نہیں کہتے تمھیں تین لڑکیوں کی تلاش تھی۔"[۷]

شیطان کی یہی شوخیاں اور شرارتیں "شیطان عینک اور موسم بہار" میں عروج پر نظر آتی ہیں۔ موسم بہار میں شیطان کی عینک کہیں گر جاتی ہے۔ عینک کے بغیر شیطان اچھی طرح دیکھ نہیں پاتے اور اپنی معشوقائیں کریمہ، رحیمہ اور سفینہ کو ایک دوسرے میں گڈ مڈ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اپنے خالو کو بھی نہیں پہچان پاتے اور انھیں سگریٹ پیش کرتے ہیں اور ایک دفعہ بغیر عینک ایسا بھی ہوتا ہے کہ سفینہ کا گھر سمجھ کر پڑوس کے مکان میں گھس جاتے ہیں جہان سے کافی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد چھٹکارا ملتا ہے۔

شیطان کے اس کردار کو شفیق الرحمن نے ایک ماہرِ نفسیات کے روپ میں بھی پیش کیا ہے۔ ان کا یہ کردار افسانہ 'تعویذ' میں بھی نظر آتا ہے۔ جب وہ امجد کو ایک اُداس، غمگین اور دنیا سے بیزار شخص سے ایک بذلہ سنج، ہمیشہ مسکرانے والا اور ہر لحاظ سے کامیاب شخص بنا دیتے ہیں۔ یہ کارنامہ شیطان ایک تعویذ کی بدولت انجام دیتے ہیں اور امجد کو اس قدر مرعوب کرتے ہیں کہ وہ ذہنی طور پر بالکل تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب احباب اس تعویذ کو کھول کر دیکھتے ہیں تو اس میں شیطان کی مخصوص طرزِ تحریر میں یہ مصرعہ لکھا ہوتا ہے: آیا کرو ادھر بھی مری جاں کبھی کبھی

شفیق الرحمن کے یہاں مزاحیہ کردار کا یہ رخ اس اعتبار سے اُردو ادب میں پیش کردہ تمام کرداروں سے مختلف ہے کہ اس کردار میں عصریت بھرپور نظر آتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مصنف ایک بھی زندہ جاوید کردار پیش کر دے تو یہ اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ مقصود گھوڑا بھی شفیق الرحمن کے افسانوں کا دوسرا اہم اور نمائندہ کردار ہے۔ یہ کردار بھی حقیقی زندگی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا اصل نام مقصود علی خاں ہے۔ یہ افریقہ میں آباد ہے۔ اس نے ایم ایس سی کی ہوئی ہے۔ مقصود گھوڑا اپنی حرکات و سکنات اور عادات کے اعتبار سے ایسا انسان دکھایا گیا ہے جو زندگی میں کوئی کام سنجیدگی سے نہیں کر سکتا۔ اس کے امتحانات کی تیاری کا انداز، لڑکیوں سے متاثر ہو جانا، کرکٹ میں باؤلنگ اور بیٹنگ نہ جانتے ہوئے بھی "ننانوے ناٹ آؤٹ" میں خواہ مخواہ اچھے کھیل کا مظاہرہ۔

افسانہ "ٹیکسلا سے پہلے اور ٹیکسلا کے بعد" میں مقصود گھوڑے کا تعارف دیکھئے:

"اگر آپ کو کوئی ایسا انسان نظر آئے جو تندہی سے اپنے کام میں مشغول ہو۔ پھر
ریل کی سیٹی یا موٹر سائیکل کی آواز سن کر اسے دورہ سا پڑ جائے اور وہ سب کچھ
چھوڑ چھاڑ کر آواز کی سمت ٹکٹکی باندھ کر دیر تک دیکھتا رہے تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے
مقصود گھوڑے کو دیکھا ہے وہ نہایت کم گو اور خاموش طبیعت ہے۔ اس لیے اسے
باتیں کرنی نہیں آتیں۔ آپ اس سے کوئی سوال کیجیے وہ آپ کو کسی اور سوال کا جواب

دے گا۔ ضدی الگ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح کرے گا جس طرح اس کا جی چاہے گا۔ اگر
اسے منع کیا جائے تو کہیں اور جا کر اسی طرح کرے گا۔"[۸]

مقصود گھوڑے کا تکیہ کلام "پتہ نہیں' اور "ہو سکتا ہے" ہیں۔ وہ خود کو ازلی کنوارا سمجھتا ہے۔ مقصود گھوڑے کا نام اس کی قابلیت کی بنا پر ایم۔ ڈی۔ اپسی بھی رکھا جاتا ہے۔ مقصود گھوڑے کی گفتگو بھی ایک مزاحیہ کردار کی گفتگو ہے یعنی وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے مگر حقیقت میں کچھ نہیں۔ وہ دوسروں کی کمزوریاں گنواتے ہوئے اپنی کم علمی بے نقاب کر بیٹھتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

"وہ خوب چہک رہا ہے____"یہاں لکھا ہے کہ____آخر ہاتھی اس ویرانے میں لقمۂ اجل
بن گیا____ہاتھی کے سائز کا لقمہ یقیناً بہت ہی بڑا لقمہ ہے اور شاید عالمی ریکارڈ ہے۔ اگر
مصنف صاف صاف لکھ دیتا کہ ہاتھی بھوک سے مر گیا تو اتنا گہرا تاثر پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور
پچاسویں صفحے پر درج ہے کہ____تپتے ہوئے صحرا میں اونٹ اور سوار موت کے گھاٹ اُتر
گئے۔" ظاہر ہے کہ پیاس سے ان کا انتقال ہوا ہو گا، لیکن صحرا میں گھاٹ کسے نصیب ہوتا ہے۔
خصوصاً اونٹ کو تو کوشش کے باوجود بھی میسر نہیں ہو سکتا۔"[۹]

شفیق الرحمن کا یہ کردار اپنے نت نئے حربوں، اُوٹ پٹانگ باتوں سے لوگوں کا دل موہ لیتا ہے اور انھیں کچھ دیر کے لیے سامان تفریح مہیا کرتا ہے۔ وہ دل پھینک ہے اور بیسیوں لڑکیوں سے عشق کی پینگیں بڑھاتا ہے، لیکن خود ہی مرعوب ہو کر بد حواسیاں کرنے لگتا ہے۔ وہ کھیلوں میں کرکٹ کا بھی شوقین ہے، لیکن ماہر نہیں ہے۔ اس پر انگریزی کی یہ مثال "Jack of all trades but master of none" صادق آتی ہے۔ مقصود گھوڑے کے کردار میں ارادے کی پختگی، احساس کی شدت نہیں پائی جاتی۔ وہ سنجیدگی اور ذمہ دارانہ روش سے بے بہرہ ہے۔ وہ اپنی ماضی کی غیر ذمہ دارانہ زندگی کا درس لے کر مستقبل کا کوئی لائحہ عمل مرتب نہیں کر سکا۔ حکومت آپا کا کردار بھی شفیق الرحمن کی کہانیوں کی زینت بنا رہتا ہے۔ یہ جج صاحب کی بیٹی اور رضیہ کی بڑی بہن ہیں۔

شفیق الرحمن کا تخلیق کردہ یہ منفرد کردار کا تعارف ان کے افسانے شیطان میں ہوتا ہے۔ حکومت آپا ایک ضدی لڑکی ہے۔ ہمیشہ دوسروں کو ڈانٹتی رہتی ہے۔ اس کا تکیہ کلام "مجھے پہلے ہی پتہ تھا" ہے رضیہ اور میں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، لیکن حکومت آپا کی نظریں ان پر برابر لگی رہتی ہیں اور وہ حسبِ ضرورت ان پر کنٹرول کرتی رہتی ہے۔ "میں" حکومت آپا سے مرعوب رہتا ہے، لیکن روفی (شیطان) ان سے نہیں ڈرتا اور بلا جھجک گفتگو کرتا ہے۔

حکومت آپا کی یہ عادت ہے کہ گھنٹوں بولتی رہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ مد مقابل سے اپنی بات منوا کر رہیں گی۔ شفیق الرحمن نے شروع سے آخر تک اس کردار کو نبھایا ہے۔ ان میں جو خصوصیات تھیں ان کا برابر خیال رکھا ہے۔ حکومت آپا کا جب 'دجلہ' میں تعارف کرایا جاتا ہے:

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی____"مشکوک بولا۔
"کسی اجنبی سے بات کیے بغیر یکایک کیسے خوشی ہو سکتی ہے۔"
حکومت آپا نے پوچھا۔

"ملاقات پر واقعی خوشی ہوئی ہے___"مشکوک نے محض رسماً کہہ دیا۔

"اگر مان لیا جائے کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو جھوٹ کے سر میں سینگ ہوتے ہوں گے۔"[۱۰]

شفیق الرحمن کے نسائی کردار گو کہ آزادانہ فضا میں سانس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپس میں ملنے میں کوئی دُشواری نہیں یا روک ٹوک نہیں، لیکن اپنی فطری شرم اور حجاب انھیں محبت کی حدود میں رکھے رکھتی ہے۔ محبت میں صرف چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے، لیکن دل ہی دل میں محبت کرتے ہیں، لیکن اقرار محبت کو زبان پر لانے کی ان میں ہمت نہیں۔

رضیہ کا کردار بھی شفیق الرحمن کا ایک مستقل کردار ہے۔ یہ جج صاحب کی بیٹی ہے اور حکومت آپا کی چھوٹی بہن ہے۔ وہ انتہائی شوخ ہے۔ کالج کی طالبہ ہے۔ شرارتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہین۔ ہمیشہ نت نئی شرارتیں کرتی رہتی ہے۔ شفیق الرحمن نے اپنے افسانہ "زیادتی" میں بھی اسی کردار کو پیش کیا ہے۔ ان کی اس کہانی میں بھی صیغۂ واحد متکلم کا استعمال ہے۔ "میں" اس کہانی کا مرکزی کردار ہے جو امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں ہاسٹل سے منتقل ہو کر جج صاحب کے ہاں آتا ہے جہاں رضیہ شرارت بھری مسکراہٹ سے اس کا استقبال کرتی ہے۔ اس کے کمرے میں ایک مرتبہ کتوں کو بند کر دیتی ہے۔ صبح جب وہ پڑھنے کی تیاری کرتا ہے تو رضیہ چھلاوے کی طرح اس کے کمرے میں آجاتی ہے اور اخبار پڑھ کر سناتی ہے۔ جب ساری مضحکہ خیز خبریں سنا لیتی ہے تو کمرے سے چلی جاتی ہے۔ شدید بارش میں بھی پانی میں شرابور کتابیں لیے کمرہ میں چلی آتی ہے اور کہتی ہے:

"آپ پڑھتے رہیے۔ میں آپ کا وقت ضائع ہرگز نہیں کروں گی میں تو بس ویسے ہی چلی
آئی۔ چھٹیوں کا کام کرنا ہے۔ وہاں بچے شور مچا رہے ہیں۔" پھر پوچھتی ہے۔

"آپ نے مالی کو کب دیکھا تھا؟"

"شام کو۔" میں بدستور کتاب پڑھتا رہا۔

"اب کیا حال ہے بچارے کا؟ کونین سے بخار اُترا کیا؟"

"ہاں بخار تو ٹوٹ گیا ہے لیکن کمر کا درد بدستور ہے۔"

"تو پھر کونین ہی جاری رکھیے۔ کل پرسوں تک کمر بھی ٹوٹ جائے گی۔"[۱۱]

اس طرح رضیہ مختلف طریقوں سے 'میں' کو ستاتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ امتحان میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ جاتا ہے۔ رضیہ کی زیادتی پر 'میں' کو غصہ آتا ہے۔ نہایت غور و غوض کے بعد اُسے ایک تدبیر سوجھتی ہے۔ وہ بازار جا کر ایک انگوٹھی خریدتا ہے اور خود ہی پہن لیتا ہے اور رضہ پر یوں ظاہر کرتا ہے جیسے اسے یہ انگوٹھی تحفے میں ملی ہو۔ اس دن کے بعد سے رضیہ میں تبدیلی آجاتی ہے۔ وہ سمٹی سمٹائی رہنے لگتی ہے۔ اس کے کمرے میں بھی کم آتی ہے۔ 'میں' امتحان کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ امتحان کے بعد رضیہ سوال کرتی ہے کہ یہ انگوٹھی کہاں سے ملی؟ "کسی کا تحفہ ہے" یہ بات سن کر وہ تین دن کے لیے غائب ہو جاتی ہے۔ رضیہ گو کہ انتہائی شریر لڑکی ہے، لیکن وہ اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتی ہے۔ اس کی شرارتوں کے پیچھے در حقیقت پیار چھپا ہوتا ہے مگر وہ اپنی زبان سے اپنے پیار کا اظہار نہیں کرتی لیکن دل ہی دل میں اسے پیار کرتی ہے، لیکن جب وہ 'میں' کی فرضی انگوٹھی دیکھتی ہے تو اس کے نازک سے دل کو ٹھیس

پہنچتی ہے۔ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ انگوٹھی کسی کی جانب سے تحفہ ہے تو وہ اپنے آپ کو محبت کی راہوں سے ہٹا لیتی ہے اور یہ سمجھنے لگتی ہے اب شرارتیں کرنے اور ستانے کا اسے حق نہیں پہنچتا۔

شفیق الرحمن کا یہ نسوانی کردار ان کے دوسرے افسانوں خصوصاً "لیڈی ڈاکٹر"، "شیطان" اور "شیطان، عینک اور موسم بہار" میں بھی اپنی شوخیوں، شرارتوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ رضیہ وہ کردار ہے جس کو پانے کے لیے شیطان نہایت سنجیدہ ہے۔ یہ کردار بھی حقیقی ہے۔ شیطان اور رضیہ کی بالآخر شادی ہو جاتی ہے اور دونوں ٹیکساس امریکہ میں مقیم ہیں۔

جج صاحب کا کردار روایتی بزرگوں کی طرح ہے جو بچوں کو بُری عادات سے روکتے ہیں۔ جج صاحب بھی روایتی بزرگوں کی طرح اچھی اقدار اور عادات کے پابند دکھائے گئے ہیں۔ اُصولوں کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ کرکٹ میچ اور شطرنج کے شوقین ہیں۔ اس کردار کا دورانیہ مختصر ہے، لیکن یہ ان کرداروں میں سے ہے جو قارئین کی یادداشت میں باقی رہ جاتے ہیں۔

بڈی کا کردار بھی شفیق کے افسانوں میں بہت زیادہ تو نہیں آیا، لیکن "ننانوے ناٹ آؤٹ" میں اس کردار کو بے حد مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کردار مقامی دکھائی نہیں دیتا بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی بیرون ملک کا باشندہ ہے جو یہاں کی مقامی روایات میں بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ شفیق الرحمن نے ایک انٹرویو میں اس کا نام کرنل ہیریسن (Harrison) بتایا تھا۔ بڈی کا فلسفہ بے حد دلچسپ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ دراصل ہم پریشان اس لیے ہوتے ہیں کہ آئی ہوئی مصیبت کو جلد از جلد رخصت کرنے کے بجائے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہم خود غرض ہیں اور ہماری توقعات بے شمار ہیں۔ بڈی نے چند سال پہلے ایک باغیچہ لگایا اور وہ ہر رات اس طرح کی دعا مانگتا تھا۔ اے خدا! آج بارش نہ ہو۔ اوس صرف گلاب کے تختوں پر پڑے۔ جہاں خشک بیج ہیں وہ نہ پڑے۔ سہ پہر کو معمولی سی بارش ہو لیکن ذخیرے پر بارش نہ ہو اور نہ تیز دھوپ ہو۔ بڈی کا کردار عجیب و غریب عادتوں کا مالک دکھائی دیتا ہے جو کمال درجے کا بے وقوف ہے۔ "تمنا" بھی شفیق الرحمن کا ایک اہم کردار ہے۔ شفیق الرحمن نے اپنے افسانہ "بلڈ پریشر" کے واقعات کا تانا بانا اس کردار کے گرد بنا ہے۔ تمنا پر شیطان بُری طرح عاشق ہے۔ اس کا کہنا ہے تمنا حسین لڑکی ہے اگر اسے خاص زاویے سے دیکھا جائے۔ تلخ صاحب ایک ماہنامہ نکالنا چاہتے ہیں۔ شیطان کے مشورے سے اس ماہنامے کا نام "تمنا" رکھ دیا جاتا ہے۔ "میں" "شفیق الرحمن کا اپنا کردار ہے جو جا بجا ظاہر ہوا ہے۔ خصوصاً ان کے افسانوی مجموعے "مدوجزر" میں یہ کردار حد درجہ نمایاں ہے۔ محمد خالد اختر نے "نقوش" کے شخصیات نمبر میں لکھا ہے کہ "مدوجزر" کی سب کہانیوں کا ہیرو شفیق الرحمن خود ہے۔ مس 'ج' سے شفیق الرحمن کی محبت پورے آٹھ سال تک رہی لیکن محبوب کی بے اعتنائی نے شفیق کو اسے رام کرنے کے لیے اور ضدی بنا دیا۔ اس نے 'ج' کے والدین کو رشتے کے لیے درخواست دی جو رد کر دی گئی۔ شفیق نے "مدوجزر" لکھ کر 'ج' کے کہنے سے انتقام لیا ہے۔ علاوہ ازیں شفیق الرحمن افسانہ "فاسٹ باؤلر" میں بھی ہیرو کے طور پر نمودار ہوئے ہیں۔ حجاب امتیاز علی کے بقول:

> "وہ (شفیق الرحمن) ایک جدا اور واضح شخصیت کے مالک ہیں اور ان کے ہر افسانے کے
> طرزِ فکر اور اندازِ بیان سے ان کی شخصیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان کے بیشتر افسانوں کی

دلآویزی صرف ان کی اپنی شخصیت کی احسان مند ہے جوان کے ہر افسانے پر ایک بے

بے ساختگی سی چھای ہوتی ہے۔[۱۲]

"ننھا" اور "ننھی" کے کردار شفیق الرحمن کے افسانوں میں جا بجا آئے ہیں۔ ان کرداروں کی زبان سے طنز و مزاح کی پھلجھڑیاں بکھری ہیں۔ مختلف افسانوں میں یہ دونوں کردار "شیطان" کو بہت تنگ کرتے ہیں اور ایک مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

1۔ شفیق الرحمن، "شیطان" مشمولہ "شگوفے" (لاہور: غالب پبلشرز 1986ء،) ص322۔

2۔ ڈاکٹر وزیر آغا، "اُردو ادب میں طنز و مزاح"، (لاہور: مکتبہ عالیہ، طبع سوم، 1977)، ص191۔

3۔ سید احتشام حسین، پس سرورق "شگوفے" (لاہور: غالب پبلشرز، طبع سوم، 1986)۔

4۔ شفیق الرحمن "حماقتیں" (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2001)، ص66۔

5۔ ایضاً، ص18۔

6۔ ریحانہ پروین، ڈاکٹر: "شفیق الرحمن-ایک مطالعہ"، (نئی دہلی: وجے پبلشرز، 1997ء)، ص31۔

7۔ شفیق الرحمن، حماقتیں، ص131۔

8۔ ایضاً، ص239۔

9۔ شفیق الرحمن، دجلہ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2001ء)، ص85-84۔

10۔ ایضاً، ص268۔

11۔ شفیق الرحمن، لہریں (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2001)، ص89۔

12۔ ۔حجاب امتیاز علی، دیباچہ، کرنیں از شفیق الرحمن (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، سن ندارد)